© rasailojaraid.com

کچھ المامون کی ادبیات کے بارے میں

(از شبیر احمد خان غوری ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی سابق رجسٹرار امتحانات عربی و فارسی اتر پردیش)

(۲)

(۲) اعتزال مامون سے پہلے

فاضل مقالہ نویس نے خلیفہ مامون کو یہ شرف بھی بخشا ہے کہ اُس کے تفلسف پسند رجحان کے نتیجے میں

"معتزلہ بھی پیدا ہوئے"

مگر یہ بات قطعاً غلط ہے کیوں کہ یہ فرقہ اسی نام کے ساتھ مامون کی پیدائش سے تقریباً سوا سو سال پہلے وجود میں آچکا تھا اور اُس کے برسرِ اقتدار آنے سے کوئی نصف صدی پیشتر نہ صرف اسلامی سماج بلکہ خود عباسی دربار میں بھی فروغ حاصل کرچکا تھا نیز اکابر معتزلہ کا اس سے کہیں پہلے نبوغ ہو چکا تھا، بلکہ اُنھیں کے زیرِ اثر اُس نے اس مذہب کی اشاعت میں انتہائی تعصب سے کام لیا۔ مزید تفصیل حسب ذیل ہے۔

معتزلہ کی ابتدا کے بارے میں عام خیال

علامہ تفتازانی نے "شرح عقائد نسفی" میں لکھا ہے کہ کسی شخص نے حضرت حسن بصریؒ سے مرتکب کبیرہ کے بارے میں سوال کیا۔ وہ جواب دینے بھی نہ پائے تھے کہ واصل بول پڑا "وہ نہ کافر ہے اور نہ مومن، بلکہ دونوں منزلوں کے درمیان کی منزل میں ہے" اور یہ کہہ کر وہاں سے کنارہ کش ہوگیا۔ اس پر وہ اور اُس کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

متبعین "معتزلہ" کہلائے

اس وجہ تسمیہ کو تفتازانی کے علاوہ اور بہت سے علماء نے بھی بیان کیا ہے مثلاً ابن قتیبہ نے "عیون الاخبار" میں، ابن رستہ نے "الاعلاق النفیسہ" میں، مسعودی نے "مروج الذہب" میں، عبدالقاہر بغدادی نے "الفرق بین الفرق" میں سید مرتضیٰ نے "امالی" میں، سمعانی نے "کتاب الانساب" میں، شہرستانی نے "الملل والنحل" میں ابن خلکان نے "وفیات الاعیان" میں مقریزی نے "الخطط" میں، مرتضیٰ زیدی نے "کتاب المنیۃ والامل" (طبقات المعتزلہ) میں، قاضی عضدالدین الایجی نے "المواقف فی الکلام" میں۔ نیز "قاموس" "تاج العروس" اور "لسان العرب" میں "عزل" کے مادہ کے تحت۔

لہٰذا اگر یہ وجہ تسمیہ صحیح ہو تو فرقۂ معتزلہ مامون کے برسر اقتدار آنے سے کوئی ایک صدی پہلے وجود میں آچکا تھا کیوں کہ وہ ۱۹۵ھ میں خلیفہ ہوا اور ۲۰۴ھ کے قریب بغداد آیا۔ اُدھر سیدنا حضرت حسن بصریؒ کا سال وفات ۱۱۰ھ ہے اور ظاہر ہے مذکورالصدر واقعہ اس سے کہیں پہلے ظہور میں آیا ہوگا۔

لیکن واقعہ یہ ہے کہ "معتزلہ" کا فرقہ اس سے بھی کہیں پہلے (پہلی صدی ہجری کے وسط کے قریب) پیدا ہو چکا تھا اور "معتزلہ" کا نام تو اور بھی پہلے (۳۶ھ کے قریب) سننے میں آنے لگا تھا۔

لفظ معتزلہ کا قدیم ترین ذکر (معتزلۂ اولیٰ) "معتزلہ" اور "اعتزال" کے الفاظ بعینہٖ تو قرآن مجید میں نہیں آئے۔ مگر موخرالذکر کے مشتقات ضرور ملتے ہیں۔ مثلاً حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنی قوم سے فرمایا تھا۔ "واعتزلکم وما تدعون من دون اللہ" (سورہ مریم۔ ۴۸) خود معتزلہ کا قول ہے کہ یہ لفظ احادیث نبوی میں بھی آیا ہے چنانچہ مرتضیٰ زیدی نے اس قسم کی دو حدیثیں نقل کی ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۔ من اعتزل من الشر سقط فی الخیر

۲۔ ستفترق امتی علی بضع وسبعین فرقۃ ابرھا و اتقاھا الفئۃ المعتزلۃ

لیکن دونوں محل نظر ہیں ممکن ہے ثانی الذکر کسی صحیح حدیث کی روایت بالمعنی کا نتیجہ ہو۔

تاریخ میں سب سے پہلے اس لفظ کا استعمال ان اکابر صحابہ کے لئے ہوا جو سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ کی شہادت کے بعد حضرت علی اور حضرت طلحہ وزبیر رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی نزاع میں غیر جانبدار ہو گئے تھے۔ چنانچہ ابوالفداء نے ان کے بارے میں لکھا ہے:۔

"وسموا ھؤلاء المعتزلۃ لاعتزالھم بیعۃ علی"

دوسری جگہ لکھتا ہے:۔

"ھؤلاء سمو جمیعاً باسم المعتزلۃ"

اسی طرح امام ابن جریر طبری نے ان کے بارے میں لکھا ہے:۔

"لیسموا المعاھدون الذین لایبغون نصر فریق علی آخر باسم القوم المعتزلین"

بعد میں عہد حاضر کی طرح "ناوابستگی" (NON ALIGNMENT) کی یہ پالیسی ایک "سیاسی بدی" (POLITICAL EVIL) بن گئی چنانچہ جب مغیرہ بن شعبہ نے حضرت عمرو بن عاص سے اپنی جماعت "معتزلہ" (یعنی غیر جانبدار و کنارہ کش) کے بارے میں پوچھا

"کیف ترانا معشر المعتزلہ"

تو انھوں نے برجستہ جواب دیا:۔

"انکم معشر المعتزلۃ خلف الابرار و امام الفجار"

اس طرح یہ انداز ناوابستگی و کنارہ کشی (اعتزال) ہدف ملامت بنتے بنتے نسیاً منسیاً اور اس کا تسمیہ متروک ہو گیا

فرقہ معتزلہ کا آغاز (معتزلہ ثانیہ) حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت کے بعد آپ کے جانشین سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ ہوئے مگر چھ ماہ بعد ہی حالات سے مجبور ہو کر انھیں امیر معاویہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہونا پڑا۔ اب دودمانِ مرتضوی کے ہوا خواہوں کے لئے ملکی سیاست اور معاملاتِ حکومت میں حصہ لینے کا کوئی موقع نہیں رہ گیا۔ لہٰذا انھوں نے اپنا وقتِ عزیز عبادتِ الٰہی اور علمی مشاغل کے لئے وقف کردیا اور اس غرض سے "گوشہ نشین و عزلت گزین" ہوگئے۔ اسی بنا پر یہ حضرات "معتزلہ" کہلاتے چنانچہ ابو الحسین الملطی نے "رد الاہواء والبدع" میں لکھا ہے

"وهم سموا انفسهم معتزلة. وذلك عند ما بايع الحسن بن علی معاوية وسلم اليه الامر، اعتزلوا الحسن ومعاوية وجميع الناس وكانوا من اصحاب علی - ولزموا منازلهم ومساجدهم وقالوا نشتغل بالعلم والعبادة فسموا المعتزلة"

اور ان لوگوں نے خود کو معتزلہ کے نام سے موسوم کیا۔ اور یہ جس وقت کہ حضرت امام حسن رضؓ نے امیر معاویہ رضؓ سے بیعت کرلی اور انھیں حکومت سونپ دی تو ان لوگوں نے امام حسن رضؓ اور امیر معاویہ رضؓ نیز سارے لوگوں سے کنارہ کشی کرلی حالانکہ یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہی کے پیرو تھے اور اپنے گھروں اور مسجدوں میں جا بیٹھے اور کہتے تھے اب ہم صرف علم اور عبادت ہی میں مشغول ہوں گے۔" اس لئے "معتزلہ" کہلاتے۔

تاریخ نے یہ تفصیل محفوظ نہیں رکھی کہ یہ رجحان ان لوگوں میں کب پیدا ہوا یا یہ کہ اس "معتزلہ" کے نام سے یہ فرقہ کب موسوم ہوا۔ صرف اتنا کہا جاتا ہے کہ حضرت علی کرم کے ایک صاحبزادے محمد بن حنفیہؒ نے (جو بی بی فاطمہ کے علاوہ کسی اور بیوی کے بطن سے تھے) اعتزال کی بنیاد ڈالی چنانچہ ابن رستہ نے "الاعلاق النفیسہ" صفحہ ۲۰ میں لکھا ہے:-

"اول من تكلم فی الاعتزال محمد بن الحنفيه"

محمد بن حنفیہ کی وفات پر اُن کے جانشین اور اس فرقہ کے سربراہ اُن کے صاحبزادے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ابوہاشم عبداللہ ہوتے۔ اُنھیں کا شاگرد واصل بن عطاء الغزال تھا جس نے متعارف اور اصطلاحی فرقۂ معتزلہ (معتزلۂ ثالثہ) کی بنیاد ڈالی۔ واصل سیدنا حسن بصریؒ کے حلقۂ درس میں بھی شریک ہوتا تھا مگر شاگرد حقیقی معنوں میں محمد بن حنفیہؒ کے صاحبزادے ابوہاشم عبداللہ ہی کا تھا، چنانچہ مرتضیٰ زیدی نے "طبقات المعتزلہ" کے طبقۂ ثانیہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد و احفاد میں سے ابوہاشم عبداللہ کے بارے میں لکھا ہے :-

"ومن اولاد علی علیہ السلام ابوہاشم عبد اللہ بن محمد بن الحنفیہ وھو الذی اخذ عنہ واصل وکان معہ فی المکتب فاخذ عنہ و عن ابیہ

اور اس طبقہ کے جو لوگ) حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد و احفاد میں (سے تھے، اُن میں) ابوہاشم عبداللہ بن محمد بن حنفیہ (بھی) تھے۔ اُنھیں سے واصل بن عطاء نے علم حاصل کیا تھا۔ وہ اُن کے ساتھ مکتب میں تھا، لہٰذا اُس نے اُن سے اور اُن کے پدر بزرگوار سے علم حاصل کیا۔

اسی طرح شہرستانی نے "الملل والنحل" میں لکھا ہے :-

"ویقال اخذ واصل من ابی ھاشم عبد اللہ بن محمد بن حنفیہ"

کہا جاتا ہے کہ واصل نے ابوہاشم عبداللہ بن محمد بن حنفیہ سے علم حاصل کیا۔

بہرحال عام مورخین کے بیان سے جو مترشح ہوتا ہے کہ سیدنا حسن بصریؒ کے حلقۂ درس میں مرتکب کبیرہ کے لئے "المنزلۃ بین المنزلتین" کا قول تراشا تھا، اس نئے قول کے احداث کی بنا پر وہ اور اُس کے متبعین "معتزلہ" کہلائے اور اس طرح فرقۂ معتزلہ کا آغاز ہوا، ناقابلِ تسلیم ہے۔ فرقۂ معتزلہ کا آغاز حسب تصریح ابوالحسین الملطی سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مصالحت (سنہ ۴۱ھ) کے بعد ہوا اور حسب تصریح ابن رستہ اس کے پہلے سربراہ اور بانی محمد بن حنفیہ تھے۔ غرض پہلی صدی ہجری کے سرے پر کہ واصل کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عنفوانِ شباب کا زمانہ تھا (جب کہ وہ اپنی متکلمانہ سرگرمیوں کے نتیجے میں ایک مناسب مذہبِ فکر کی تلاش میں تھا) "اعتزال" ایک مشہور و معروف مکتبِ فکر تھا جسے واصل نے اور اُس کی تبعیت میں عمرو بن عبید نے اختیار کیا چنانچہ ابو الفرج اصفہانی نے "کتاب الاغانی" میں نقل کیا ہے:۔

"کان بالبصرۃ ستۃ من اصحاب الکلام: عمرو بن عبید و واصل بن عطاء و بشار الاعمی و صالح بن عبد القدوس و عبد الکریم بن ابی العوجاء و رجل من الازد ۔قال ابو احمد یعنی جریر بن حازم ۔۔۔ فکانوا یجتمعون فی منزل الازدی و یختصمون عندہ فاما عمرو و واصل فصارا الی الاعتزال و اما عبد الکریم و صالح فصححا التوبہ و اما بشار فبقی متحیرا مخلطا و اما الازدی فمال الی قول السمنیہ ۔۔۔ وھو مذھب من مذاھب الھند ۔۔۔ و بقی ظاھرہ علی ما کان علیہ۔"

شہر بصرہ میں علم کلام کے ماہرین میں سے چھ شخص رہتے تھے: عمرو بن عبید، واصل بن عطاء، بشار بن برد جو نابینا تھا، صالح بن عبد القدوس عبد الکریم بن ابی العوجاء اور ایک قبیلۂ ازد کا شخص ۔ ابو احمد یعنی جریر بن حازم نے کہا ہے کہ یہ لوگ ازدی شخص کے مکان پر جمع ہو کر بحث و مباحثہ کیا کرتے تھے ۔ پس ان لوگوں میں سے) عمرو بن عبید اور واصل بن عطاء الغزال تو اعتزال کی جانب چلے گئے ۔ رہے عبد الکریم بن ابی العوجاء اور صالح بن عبد القدوس تو ان کی توبہ صحیح ثابت ہوتی اور بشار (اپنی تفکیری سرگرمیوں کے نتیجے میں) متحیر اور متشکک بنا رہا ۔ اور رہا ازدی تو وہ فرقۂ سمنیہ (بدھ مت) کی طرف مائل ہو گیا اور یہ ہندوستان کا ایک مذہب تھا اور اس طرح وہ بظاہر اُسی مسلک پر قائم رہا جس پر پہلے تھا۔

اس تصریح سے واضح ہے کہ ان اصحاب ستہ کی مذہبی بحث و تمحیص کے زمانہ میں جو یقیناً

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اُن کی جوانی کا وقت ہوگا (یا بالفاظ دیگر پہلی صدی کے خاتمہ کے قریب) اعتزال ایک جانا پہچانا مذہب تھا جسے دیگر مروجہ کلامی مذاہب کے مقابلے میں واصل بن عطاء اور عمرو بن عبید نے ترجیح دی اور اختیار کیا جیسا کہ اغانی کے حسب ذیل الفاظ سے واضح ہے

"فاما عمرو و واصل فصارا الی الاعتزال"

واصل اور اعتزال کی تجدید (معتزلہ ثالثہ) غرض واصل فرقہ معتزلہ کا بانی نہیں ہے۔ یہ فرقہ [illegible] کے کچھ بعد وجود میں آیا تھا اور اس کے بانی محمد بن حنفیہ تھے۔ پہلی صدی کے سرے پر واصل نے اسے اختیار کیا۔ البتہ اختیار کرنے کے بعد اس کی تجدید ضرور کی اور اس شدت سے کی کہ اُس کی شخصیت کے مقابلے میں اعتزال کے بانیوں کی شخصیتیں اور اُن کی سرگرمیاں بھولی بسری داستان بن گئیں اور عوام میں واصل ہی اس کا سردار ("راس") اور داعی اعظم محسوب ہونے لگا چنانچہ امام عبدالقاہر بغدادی نے اس کے بارے میں لکھا ہے

"واصل بن عطاء الغزال راس المعتزلہ وداعیہم الی بدعتہم بعد معبد الجہنی وغیلان الدمشقی"

لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ خود واصل کی شخصیت بھی اس غیر معمولی شہرت کی مستحق تھی اُس کی فعال تنظیم اور انتھک کوششوں سے یہ مذہب جلد ہی پورے عالم اسلام میں روشناس ہوگیا۔ اُس نے اس مذہب کی تبلیغ و اشاعت کے لئے مختلف اقطار عالم میں اپنے شاگرد کو بھیجا جن کی کوششوں سے بہت سے مسلمانوں نے اس مذہب کو اختیار کر لیا۔

واصل ہی کی طرح اعتزال کا سرگرم ترجمان اُس کا دست راست عمرو بن عبید تھا جو علمی سرگرمیوں کے علاوہ زہد و تقویٰ اور اپنی سیاسی سرگرمی کے لئے بھی مشہور تھا چنانچہ شہرستانی نے لکھا ہے:۔

"وکان عمرو من رواۃ الحدیث معروفاً بالزھد"

دوسری جگہ لکھتا ہے:۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"وکان عمرو من دعاۃ یزید الناقص ایام بنی اُمیۃ ثم والی المنصور وقال بامامتہ"

بہرحال دوسری صدی ہجری کے ربع اول کے خاتمہ کے وقت [ابھی خلیفہ مامون کو برسراقتدار آنے اور اعتزال کی حمایت کرنے میں پون صدی باقی تھی] فرقہ معتزلہ ایک انتہائی اہم فرقہ تھا۔ اور مقامات کو چھوڑ دیجئے جو دارالحکومت دمشق سے دور تھے اور جہاں اس قسم کی بدعتیں بڑی سرگرمی اور آزادی کے ساتھ جاری رہ سکتی تھیں، خود دمشق اور اُس کے گرد و نواح میں جہاں مروانیوں کا "ملک عضوض" اس قسم کی تحریکوں کو پنپتا نہیں دیکھ سکتا تھا، اعتزال نے اتنے ہمنوا بلکہ سرفروش پیدا کر لئے تھے کہ اُن کی مدد سے یزید بن ولید نے اپنے پیشرو ولید بن یزید کا تختہ اُلٹ دیا۔ اس بات کی اہمیت یہ معلوم کر کے اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے لے کر ولید بن یزید تک جتنے خلفاء ہوئے تھے سب نجیب الطرفین تھے نیا خلیفہ یعنی یزید بن ولید کنیز زادہ تھا جسے عرب بالخصوص مروانی اشرافیہ بنظر حقارت دیکھنے کے عادی تھے۔ مگر ساتھی معتزلہ کی سرفروشی کی مدد سے یزید اپنے خروج میں کامیاب ہو گیا اور ولید کا تختہ اُلٹ کر خود خلیفہ ہو گیا چنانچہ مسعودی نے لکھا ہے :-

"قال المسعودی : فکان خروج یزید بن الولید بدمشق مع سالبۃ من المعتزلہ وغیرھم من اہل داریا والمزۃ من غوطہ دمشق علی الولید بن یزید لما ظھر من فسقہ"

مسعودی نے کہا ہے کہ یزید بن ولید نے دمشق میں خروج کیا (علم بغاوت بلند کیا) اور داریا اور مزہ کے کچھ معتزلیوں وغیرہ کی مدد سے ولید بن یزید کے مقابلہ میں کیا کیوں کہ ولید بن یزید کا فسق و فجور مشہور ہو چکا تھا۔

اوپر ذکر آچکا ہے کہ واصل کا دست راست عمرو بن عبید یزید بن ولید کے دعاۃ میں سے تھا اس طرح معتزلہ کو سرکاری دربار میں دخل حاصل ہو گیا اور اسی تقرب کی وجہ سے موالی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جیا برہ میں سے فرقۂ معتزلہ یزید ابن ولید کا بہت زیادہ احترام کرتا ہے حتیٰ کہ بقول مسعودی وہ لوگ یزید بن ولید کو حضرت عمر بن عبدالعزیز پر [جو متفقہ طور پر مائۃ اولیٰ کے مجدد ملت ہیں -] فضیلت دیتے ہیں ۔

• والمعتزلۃ یفضل فی الدیانہ یزید بن الولید علی عمر بن عبد العزیز

یہ ۱۲۶ھ کی صورتِ حال تھی یانچ سال بعد واصل نے وفات پائی ۔ اگلے سال عالم اسلام میں انقلاب ہی آگیا ۔ امویوں کا استیصال ہوگیا ۔ اور عباسی برسرِ اقتدار آئے پہلا عباسی خلیفہ ابوالعباس سفاح تھا جس کا زمانہ بازانقلابی تحریکوں کے کچلنے میں گزرا ۔ سفاح نے ۱۳۶ھ میں وفات پائی اور اس کا بھائی ابوجعفر منصور خلیفہ ہوا ۔ اس نے یکے بعد دیگرے اپنے تمام مخالفین کو ختم کر دیا ۔ ان مخالفین میں سب سے عظیم شخصیت امام نفس زکیہ (اور ان کے بھائی ابراہیم) کی تھی ۔ یزید ابن ولید کے مرنے پر جو سیاسی انتشار برپا ہوا تھا ۔ اس میں اسلام پسند عناصر نے امام نفس زکیہ سے بیعت کر لی تھی ۔ اور اس بیعت کا طوق منصور اور عمرو بن عبید کی گردن میں بھی تھا ۔ مگر خلیفہ ہوجانے پر منصور اس کا منکر ہوگیا ۔ اور اس کے ساتھ عمر بن عبید بھی اپنے زہد و اتقا کے باوجود بیعت اول سے منحرف ہوگیا ۔ آخر میں امام نفس زکیہ نے خروج کیا مگر ناکام رہے ۔ منصور کی کامیابی بہت کچھ اس کے حسن تدبر کا نتیجہ تھی ۔ مگر تاریخی واقعات کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس میں عمرو بن عبید کی بے لوث دعوتی سرگرمیوں کا بھی بڑا حصہ تھا ۔ وہ منصور کا داعی بن گیا تھا ۔ اور اپنے اثر و رسوخ سے بصرہ میں اس کے خلاف کوئی شورش نہیں ہونے دی ۔ منصور بھی اس کے خلوص کا معترف تھا اور کہا کرتا تھا ۔

"نثرت الحب للناس فلقطوا غیر عمرو"

واصل نے ۱۳۱ھ میں (عباسیوں کے برسرِ اقتدار آنے سے ایک سال قبل) وفات پائی مگر اس کی انتھک کوششوں سے "اعتزال" وقت کی اہم تحریک بن گیا تھا ۔ اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے فیضِ تربیت نے بہت سے شاگردوں کو تیار کیا جنھوں نے استاد کے کام کو مزید تندہی کے ساتھ جاری رکھا۔ مرتضیٰ زیدی نے ان میں سے بعض تلامذہ کا ذکر کیا ہے جن پر واصل کو اعتماد تھا اور اُس نے انھیں اقطاع ملک میں اپنے مسلک کی تبلیغ کے لئے بھیجا تھا۔

۱۔ عثمان بن خالد الطویل: واصل نے آرمینیہ کی طرف بھیجا تھا، وہ ابوالہذیل العلاف کا اُستاد تھا جو آگے چل کر "شیخ المعتزلہ" کہلایا۔ عثمان بن خالد الطویل کی جلالتِ قدر کے بارے میں مرتضیٰ زیدی لکھتا ہے :-

"ولہ فی الفضل و العلم منزلۃ لا یخفیٰ"

۲۔ حفص بن سالم: اُسے خراسان بھیجا تھا وہاں اُس کا جہم بن صفوان کے ساتھ مناظرہ ہوا اور حفص نے جہم کو مناظرہ میں ہرا دیا۔ کثیر التعداد لوگ اُس کے ہم نوا ہو گئے [اجابہ خلق کثیر]

۳۔ قاسم بن سعدی: واصل نے اُسے یمن بھیجا تھا۔

۴۔ عمرو بن حوشب :-

۵۔ قیس بن عاصم :-

۶۔ عبدالرحمٰن بن برۃ :-

۷۔ عبدالرحمٰن کا بیٹا ربیع :-

۸۔ حسن بن ذکوان: اُس نے اُستاد کے حکم سے کوفہ میں اعتزال کی تبلیغ کی اور خلقِ کثیر نے اُس کی دعوت قبول کر لی۔

"اجابہ فی الکوفۃ خلق کثیر"

ان شاگردوں سے زیادہ با اثر اُس کا دستِ راست عمرو بن عبید تھا۔ وہ خلیفۂ وقت پر بھی حاوی تھا اور وہ (منصور) اُس کا بہت زیادہ احترام کرتا تھا یہاں تک کہ جب اُس کی وفات کے بعد اُس کی قبر کے پاس سے گزرا تو اُس پر نماز پڑھی۔

"وکان المنصور العباسی یبالغ فی تعظیمہ و مر بقبرہ فی ممرّہ فصلّی علیہ"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اُس کے علم وفضل کے بارے میں ابن یزداد نے لکھا ہے :۔

"کان عمرو بن عبید من اعلم الناس بامر الدین والدنیا"

ایک دوسرے مورخ ابن بلخ نے لکھا ہے :۔

"ما رأیت احداً اعلم من عمرو بن عبید"

جاحظ نے اُس کے زہد و تقویٰ کے بارے میں لکھا ہے کہ عمرو بن عبید نے چالیس سال تک مغرب کی نماز کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی تھی اور چالیس با پیادہ حج کئے تھے جب کہ وہ اپنی سواری کے اونٹ کو دوسرے عاجز حجاج کے لئے وقف کئے رہتا تھا۔

ایسے عابد و زاہد اور عالم و فاضل شخصیت کا وجود سماج پر اثر انداز ہوئے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔ اُس کے علم وفضل سے متاثر ہو کر بہت سے لوگوں نے اُس کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا جن میں مرتضیٰ زیدی نے خالد بن صفوان، حفص بن القوام، صالح بن عمرو، حسن بن حفص بن سالم، بحر بن عبدالاعلیٰ، ابن السماک، عبدالوارث بن سعید، ابو غسان، بشر بن خالد، عثمان بن الحکم، سفیان بن حبیب، طلحہ بن زید اور ابراہیم بن یحییٰ المدنی کا خصوصیت سے نام لیا ہے۔ ان میں سے موخر الذکر (ابراہیم بن یحییٰ مدنی) نے ہارون الرشید تک کا زمانہ پایا جب کہ وہ امام ابو یوسف کے ساتھ اُس کے دربار میں جایا کرتے تھے۔ ابراہیم بن یحییٰ امام شافعی کے اُستاد بھی تھے۔ اُن کے دوسرے اُستاد مسلم بن خالد زنجی بھی اسی زمانہ کے معتزلی تھے۔

لیکن وقت کے سیاسی۔ مذہبی تقاضوں نے بھی اعتزال کے فروغ میں مدد دی۔ اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ عباسی ایرانیوں کی مدد سے برسر اقتدار آئے تھے لہذا اُنھوں نے موخر الذکر کے باب میں نرم تر رویہ اختیار کیا۔ اس طرح ایرانی "احیائیت پسندوں" (Revivalists) نے عباسی خلفاء بالخصوص منصور کے نرم رویہ سے قوی دل ہو کر اپنے قدیم مذہب کے احیاء کی بڑی شدت سے تحریک شروع کر دی۔ اس تحریک نے مختلف شکلیں اختیار کیں جو "زندقہ" کہلاتی ہیں اس قسم کی ایک خطرناک تحریک خود منصور کے عہد خلافت میں رونما

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوئی۔ یہ "راوندیہ" کا خروج تھا۔ مگر کسی نہ کسی طرح اس کا استیصال کردیا گیا۔ پھر بھی "زندقہ" کو کلی طور پر مستاصل نہ کیا جاسکا۔ قابلِ اعتماد وجوہ و اعیانِ مملکت یا اُن کے اعزہ اس سے متاثر تھے بلکہ بعضے تو اس کے سرگرم مبلغ بن گئے۔ اس "ایران نوازی" کا تمر تلخ منصور کے جانشین مہدی (۱۵۸ - ۱۶۹ھ) کو چکھنا پڑا۔ "زندقہ" محض کسی دینی و فکری بے راہ روی ہی کا نام نہ تھا۔ یہ ایک سیاسی انقلاب کا بھی پردہ تھا۔ زنادقہ کا نصب العین جہاں ایک طرف دینِ اسلام کو ختم کرکے قدیم مجوسی مذاہب کا احیاء تھا وہیں دوسری جانب عرب حکومت کا تختہ اُلٹ کر قدیم ساسانی حکومت کو بھی بحال کرنا تھا۔ ہذا باپ (منصور) سے زیادہ اس خطرے کا احساس بیٹے (مہدی) نے کیا چنانچہ ایک جانب اُس نے زنادقہ کی دار و گیر کے لئے ایک خصوصی پولس افسر "صاحب الزنادقہ" کا تقرر کیا جو چُن چُن کر اس تحریک کے وابستگان کو موت کے گھاٹ اُتارتا تھا، دوسری جانب اُن کی اصلاحِ فکر کے لئے متکلمین کو بلاکر اُن کے (زنادقہ) کے رد میں اور اُن کے شکوک و شبہات کو دور کرنے کے لئے کتابیں لکھوائیں۔ چنانچہ مسعودی نے لکھا ہے :-

"وکان المهدی اول من امر الجدليين من اهل البحث من المتكلمين بتصنيف الكتب فی الرد علی الملحدين ممن ذكرنا من الجاحدين وغيرهم واقاموا البراهين علی المعاندين وازالوا شبه الملحدين فاوضحوا الحق للشاكين

مہدی پہلا خلیفہ تھا جس نے متکلمین کی جماعت میں سے مناظرہ کرنے والے جدلیات کے ماہرین کو اُن ملحدین کے رد میں کتابیں تصنیف کرنے کا حکم دیا جن کا منکرینِ اسلام میں سے ہم نے ذکر کیا ہے۔ ان لوگوں نے اپنے معاندوں کے خلاف دلائل و براہین قایم کئے اور ملحدوں کے شکوک کو دور کیا۔ اس طرح ان (متکلمین) نے متشککین کے واسطے حق کو واضح کیا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دربارِ خلافت کی ہمت افزائی اور خلیفۂ وقت کا تقرب متکلمین کے حوصلوں کو بلند کئے بغیر نہیں رہ سکتے تھے اور واقعہ ہے کہ مہدی (۱۵۸-۱۶۹ھ) کے عہد خلافت نے (جو مامون کے پیدا ہونے سے سال بھر پہلے ہی ختم ہو چکا تھا) فرقہ معتزلہ کے اندر صفِ اول کے متکلمین کو پیدا کیا جن کی نظیر پیش کرنے سے آنے والا زمانہ قاصر رہا۔

مگر یہ متکلمین ؟

متکلمینِ علم کلام" کے ماہرین کو کہتے ہیں اور بعد میں علم کلام اسلامی تعلیمات کی عقلی توجیہ کے مترادف تھا چنانچہ قاضی عضد الدین الایجی نے "المواقف فی الکلام" کے اندر "علم کلام" کی تعریف بدینطور کی ہے:-

"الکلام علم یقتدر معہ اثبات العقائد الدینیۃ بایراد الحجج ودفع الشبہ"

کلام وہ علم ہے جس کے ذریعہ دینی معتقدات کو ثابت کرنے کی قدرت حاصل ہوتی ہے بایں طور کہ ان کی تائید میں دلائل و براہین بیان کئے جائیں اور اس کے خلاف شبہات رفع کئے جائیں

مگر ابتدا میں یہ کلام باری تعالیٰ کے متعلق غور وخوض کرنے، بالخصوص قرآنِ کریم کے مخلوق یا غیر مخلوق ہونے کی بحث کا نام تھا جو ایک وسیع تر مسئلہ "صفات باری تعالیٰ" کا جزء تھا اس مسئلہ کا آغاز "نوفلاطونی" (NEOPLATONISTS) اور یونانی یہودی (GRECO JEWISH) فلسفہ میں ہوا تھا۔ بعد میں مدینہ منورہ اور حران کے یہودیوں کی وساطت سے یہ مسئلہ اسلامی فکر میں بھی در آیا۔ اسلامی فکر کی تاریخ میں اس کا سب سے پہلا علمبردار جعد بن درہم تھا جس سے جہم بن صفوان نے اس بدعت کو اخذ کیا اور جہم کی اس بدعت سے واصل بن عطاء کے متبعین متاثر ہوئے جیسا کہ امام احمد بن حنبل نے کتاب "الرد علی الزنادقہ والجہمیہ" میں لکھا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"واتبعہ علی قولہ رجال من اصحاب ابی حذیفہ واصحاب عمرو بن عبید بالبصرۃ"

اور جہم کے قول (یعنی مذہب نفی صفات باری) کا شہر بصرہ میں ابوحذیفہ (واصل بن عطاء الغزال) اور عمرو بن عبید کے پیروؤں نے اتباع کیا۔

اس طرح متکلمین "(باری تعالیٰ کی صفت کلام کے منکرین یا قرآن کے مخلوق ہونے کے قائلین)، اور معتزلہ و قدریہ میں ربط بڑھنے لگا اور اس کے نتیجے میں موخرالذکر کی فکری سرگرمیاں جو اپنے فکری مواقف کی عقلی توجیہ کے مترادف تھیں "کلام" کے نام سے موسوم ہونے لگیں مثال کے طور پر ابوالہذیل العلاف نے اپنے مخالفین کے رد میں جو کتابیں لکھیں، مرتضیٰ زبیدی نے اُن کا موضوع "کلام دقیق" اور "کلام جلیل" ہی بتایا ہے۔

"وحکی عن یحییٰ بن بشر ان لابی الهذیل ستین کتابا فی الرد علی المخالفین فی دقیق الکلام و جلیلہ"

یحییٰ بن بشر سے حکایت بیان کی گئی ہے کہ ابوالہذیل العلاف کی اپنے مخالفین کے رد میں "کلام دقیق" اور "کلام جلیل" کے اندر ساٹھ کتابیں ہیں۔

جاحظ نے ابواسحٰق النظام کے علم و فضل کی تعریف یہی کہہ کر کی ہے کہ میں نے "کلام" اور "فقہ" میں اُس سے زیادہ عالم نہیں دیکھا۔

"قال الجاحظ ما رأیت احداً اعلم بالکلام والفقہ من النظام"

بہرحال دوسری صدی کے وسط سے کلامی تفکیر کے اہم ترین نمایندے معتزلہ ہی تھے۔

اور یہ بھی واقعہ ہے کہ مہدی اور ہارون کے عہدِ خلافت میں جو معتزلی متکلمین ہوتے بعد میں اُن کے علمی پایہ کے معتزلی نہ پیدا ہو سکے۔ مامون کے زمانہ میں اور اُس کے بعد بھی مشاہیر معتزلہ پیدا ہوئے جیسے ابوعلی الجبائی، اُس کا بیٹا ابوہاشم، ابوالحسین الخیاط، کعبی بلخی، جاحظ، ابوالحسین بصری وغیرہ۔ بے شک یہ معتزلی متکلمین کے اندر مخصوص و منفرد مقام رکھتے ہیں صاحب مذاہب جدیدہ بھی ہیں اور معتزلی فکر کی ثروت میں ان کا بھی بڑا حصہ ہے مگر ان میں سے کوئی بھی ابوالہذیل العلاف، ابواسحٰق النظام اور اُن کے معاصرین کی ٹکر کا نہ تھا۔

(باقی)

© rasailojaraid.com